اگر دنیا کے شر و فساد سے بچانے والی کوئی چیز ہے تو وہ نماز ہی ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19 دسمبر 1997ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ (البقرۃ: 154 تا 155)

پھر فرمایا:

یہ دو آیات ہیں جن کی میں نے تلاوت کی ہے ان کے مضمون سے دو باتیں ہیں جو ظاہر ہیں۔ ایک تو نماز اور صبر کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے استعانت مانگنے کا ارشاد ہوا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگا کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور دوسری آیت میں یہ مضمون ہے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ اور ہرگز اس کو مُردہ نہ کہو جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا۔ بَلْ اَحْيَآءٌ۔ مُردے نہ کہو اُن کو۔ اموات جمع ہے اس لئے یوں کہنا چاہئے اُن کو مُردے قرار نہ دو بَلْ اَحْيَآءٌ بلکہ وہ تو زندہ ہیں وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ لیکن تمہیں اس بات کا شعور نہیں ہے کہ ان کی زندگی کی حقیقت کیا ہے۔

ان دو آیات کی تلاوت کا آج کے خطبے سے اس طرح تعلق ہے کہ نماز کے تعلق میں مَیں گزشتہ خطبوں میں مضمون بیان کرر ہا ہوں اور اس میں صبر کی جو نصیحت ہے اسے خصوصیت کے ساتھ میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں اور دوسرا اس لئے کہ پاکستان سے مظفر احمد صاحب شرما کی شہادت کی اطلاع ملی ہے جن کے متعلق میں کچھ مزید باتیں بیان کروں گا لیکن ایک بات قطعی ہے کہ ان کو مردہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ زندہ ہیں لیکن تم لوگ نہیں جانتے۔

صبر کا تعلق جو نماز سے باندھا گیا ہے اس کے دو پہلو ہیں جن پر نظر رکھنی چاہئے۔ ایک تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی ہے صبر کے ساتھ یعنی مدد مانگتے چلے جانا ہے اور اس بات میں جلدی نہیں کرنی کہ کب اللہ تعالیٰ کی نصرت آئے اور یہ مدد نماز کے ذریعے مانگی جائے اور ایسی نماز کے ذریعے مانگی جائے جس پر صبر ہو یعنی صبر کا ایک معنی جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ نیکیوں پر دوام اختیار کیا جائے۔ جب ایک دفعہ ان کو پکڑ بیٹھیں تو پھر چھوڑنا نہیں۔ یہ صبر کا مضمون دونوں طرف یکساں ں چسپاں ہو رہا ہے یعنی ایک تو صبر کے نتیجے میں تم نے جو خدا سے دعا مانگنی ہے وہ نماز کے ذریعے مانگنی ہے اور نماز پر بھی صبر اختیار کرنا ہے کیونکہ بعد میں نتیجہ یہ نہیں نکالا کہ اِنّ اللّٰہَ مَعَ المُصلّین۔ فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ تو دونوں صبروں کا بیک وقت ذکر ہے اور اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ ۔ سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ کسی غم اور صدمے کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔ عام حالتوں میں بھی نماز پر صبر کرنا چاہئے لیکن جب کسی کی طرف سے کوئی اذیت پہنچے، کوئی قومی نقصان کا خدشہ ہو یا قومی نقصان ہو جائے تو اس صورت میں لازماً مدد اور صبر دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ایسے اٹوٹ رشتے میں بندھے ہوئے ہیں کہ ان کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر صدمے پر بے صبری کرو گے اس کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ اگر صدمے کے نتیجے میں صبر اختیار کر کے دعائیں کرو گے جو خصوصاً نماز میں ہونی چاہئیں تو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ۔

دوسرا پہلو لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتٌ (البقرة:155) والا ہے۔ اگرچہ ہر شہادت کا ہمیں دکھ پہنچتا ہے جو لازم ہے کہ پہنچے لیکن اللہ تعالیٰ کی اس نصیحت کو کبھی نہیں بھولنا چاہئے کہ خدا کی راہ میں جو شہید ہوتے ہیں وہ عام موتیں نہیں ہیں ان میں اور عام اموات میں ایک نمایاں فرق ہے اور اس فرق کو ہم شعور کے طور پر محسوس نہیں کر سکتے یعنی باشعوری طور پر ہم اس فرق کو پہچان

نہیں سکتے۔ایسے شہداء گزشتہ زمانے میں، رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہوئے جن کے آسمان پر خدا کے حضور حاضر ہونے کا اور جو آپس میں مکالمہ ہوا ہے اس کا الہاماً آنحضور ﷺ کو بتا دیا گیا۔ حالانکہ سوال و جواب تو بہت دور کے قصّے ہیں وہ قیامت جس کے بعد یہ سوال و جواب ہونے ہیں اس قیامت کی دوری کا تو آپ اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ پس رسول اللہ ﷺ معاً بعد جب ایک شہید کے واقعات سنائے جاتے ہیں تو صاف پتا چلتا ہے کہ وہ واقعات اگر اسی وقت گزر رہے تھے اور آئندہ کی خبریں نہیں تھیں، یعنی اس شرط کے ساتھ میں کہہ رہا ہوں کہ اگر وہ اسی وقت گزر چکے تھے، تو پھر یہ عام مُردوں سے ایک الگ مضمون ہے یعنی شہداء کو جنت کی زندگی ان کے قتل کے فوراً بعد عطا کر دی جاتی ہے۔ شاید یہی مضمون ہو جو فرمایا گیا ہے کہ تم شعور نہیں رکھتے۔ ’اور زندہ ہیں اور تم شعور نہیں رکھتے‘ اس کا ایک اور پہلو بھی ہے کہ ان کی وجہ سے قوم زندہ رہتی ہے اور یہ شہادتیں ہیں جو ہمیشہ کے لئے قوم کی زندگی کی ضمانت دیتی ہیں اور تمہیں بھول جاتا ہے، تمہیں اس بات کا شعوری طور پر احساس نہیں رہتا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کی وجہ سے ہم زندہ ہیں۔ اگر شہادتیں نہ ہوں تو باقی پیچھے رہنے والوں کی زندگی کی بھی کوئی ضمانت نہیں۔ وہ جو خوشی سے اپنے آپ کو خدا کے حضور شہادت کے لئے پیش کرتے ہیں اُن کو زندہ کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ قوم زندہ ہو جاتی ہے اور جب شہادتیں رہیں گی قوم زندہ رہے گی یعنی خدا کی خاطر جان پیش کرنے والے جب تک موجود ہیں اس وقت تک ناممکن ہے کہ قوم مر جائے اور یہ شعور جو ہے پوری طرح آپ کو حاصل نہیں اور اللہ تعالیٰ گواہی دے رہا ہے کہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔

تیسری بات، ان کی زندگی کا ہمیں علم نہیں یعنی شعور نہیں جب کہ ہر نیک مرنے والا بھی تو عملاً زندہ ہو جاتا ہے یعنی اس کو ایک دوسری زندگی ملتی ہے تھوڑی دیر کے لئے۔ پھر وہ ایک ایسی حالت میں سے گزرتا ہے جسے عالم برزخ کہا جاتا ہے۔ پھر لمبے عرصے کے لئے سو جاتا ہے اور اس وقت اٹھایا جائے گا جس زمانے کی دُوری کا ہمیں علم نہیں۔ اس مضمون کا شہادت کے مضمون سے کوئی فرق ہونا چاہئے۔ اگر فرق نہیں ہے تو یہ آیت کیوں کہہ رہی ہے کہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں شعور نہیں۔ یہ وہ حالت ہے جس کو واقعۃً ہم تصور میں نہیں لا سکتے سوائے اس کے کہ زندگی کی علامتیں ان پر چسپاں کر کے دیکھیں تو باشعور انسان جو زندہ ہو، اس کو اگر پوری طرح شعور ہو تو اس کا اپنے پچھلوں سے بھی

ایک تعلق قائم رہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ بعد میں آنے والوں کے لئے دعائیں کرتے ہیں، وہ اللہ کے حضور ان سے خیر چاہتے ہیں۔ پس شہداء کی زندگی کا تعلق خدا تعالیٰ سے اس رنگ میں ہے کہ وہ اس سے عرض حال کرتے ہیں، دعائیں کرتے ہیں کہ ہمارے پچھلوں کو بھی وہ اپنے فضل سے نوازے اور اپنے پچھلوں کا خیال رکھتے ہیں حالانکہ مُردوں کو اپنے پچھلوں کا کوئی خیال نہیں ہوا کرتا۔ پس یہ ان کا خیال رکھنا بتا رہا ہے کہ ان کی زندگی ان کے پچھلوں کو بھی روحانی لحاظ سے اور مادی دنیوی لحاظ سے زندہ کر گئی ہے یعنی یہ نئی زندگی جوان کو ملی ہے اس کا ان کے پسماندگان سے ایک ایسا گہرا تعلق ہے جو عام مُردوں کو نہیں ہوا کرتا۔

اور بھی بہت سی باتیں ہوں گی کیونکہ لَّا تَشْعُرُوْنَ میں جو خدا تعالیٰ فرما رہا ہے کہ تم شعور نہیں حاصل کر سکتے اس میں اگر پورا ہمیں شعور حاصل ہو جائے تو پھر وہ بات غلط ہو جائے گی، اس لئے میں اندازے پیش کر رہا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی مراد ہوگی، یہ بھی مراد ہوگی مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمیں پوری طرح شعور ہے۔ اتنا یقین رکھنا چاہئے بہر حال، خواہ ہمیں شعور ہو یا نہ ہو کہ یہ لوگ زندہ ہیں مردہ نہیں ہیں۔

اس کے بعد میں مظفر احمد شہید کی شہادت کا ذکر کرتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے جدائیوں کے دکھ تو ہوتے ہیں لیکن ان آیات نے ایسی تسلی دی ہے کہ ان کے بعد غم اور واویلے میں یعنی گہرے غم اور واویلے میں تبدیل نہیں ہونے چاہئیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو یہ وعدہ ہے کہ یہ اور قسم کے لوگ ہیں، یہ بھی زندہ ہیں تمہیں پورا شعور حاصل نہیں ہے اس وجہ سے ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کرنا چاہئے کہ ہماری جماعت میں بھی خدا تعالیٰ نے اولین کی طرح شہادتوں کا ایک سلسلہ جاری کر دیا ہے۔ یہ شہادتیں جو نیک کاموں میں مصروف رہنے کی وجہ سے دشمن کے چیلنج کے باوجود پیش کی جائیں یہ شہادتیں بہت ہی قابل قدر ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شہادت کے خوف سے کام نہیں رکنا۔ دشمن چاہے جو کر گزرنا چاہے کرے لیکن اس ڈر سے کہ ہم قتل نہ ہو جائیں کام نہیں رکنا لیکن اس کے ساتھ ہی تبلیغ میں جو اللہ تعالیٰ نے نصیحت فرمائی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو حکمت سے کام لو وہ بھی ضروری ہے۔ بیک وقت دو چیزیں ہیں جن کے میزان کا نام کامیاب تبلیغ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ اگر چہ شہادت کے متعلق ہمیں یہ خوشخبری عطا کر رہا ہے کہ بہت بڑی چیز ہے

لیکن غازیوں کے متعلق بھی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت کچھ لکھا ہے۔ پس جب بھی مجھے شہادت کے لئے دعا کی درخواست آتی ہے اور شہادت کے متعلق مظفر شہید کو ایک ذرّہ بھی اس میں شک نہیں تھا کہ میں یہاں شہید ہو سکتا ہوں مگر ایک لمحہ کے لئے بھی ان کے قدم نہیں ڈگمگائے۔ میرے پاس پتا نہیں ان کے پرانے خطوط محفوظ ہیں کہ نہیں لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ان خطوں میں شہادت کا ایسا سرسری ذکر ہوا کرتا تھا جیسے کوئی اتفاقاً رسمی سی چیز ہے اس کا کوئی خوف ان کے دل پر طاری نہیں تھا۔ یہ عزم صمیم لئے ہوئے تھے کہ میں نے اپنے کام کو لازماً جاری رکھنا ہے اور کوئی دنیا کی طاقت مجھے اس کام سے روک نہیں سکتی۔

ان کے متعلق میں پہلے مختصر تعارف کرا دوں یہ کون تھے؟ کس کے بیٹے تھے اور کس کے پوتے تھے؟ مظفر شرما شہید قائم مقام امیر اضلاع شکارپور، جیکب آباد، سکھر، گھوٹکی، چاروں الگ الگ اضلاع ہیں جو ان کے تابع تھے۔ یہ قائم مقام امیر تھے چار اضلاع کے شکارپور، جیکب آباد، سکھر اور گھوٹکی۔ یہ محترم عبدالرشید صاحب شرما امیر جماعت ہائے اضلاع شکارپور، جیکب آباد، سکھر، گھوٹکی کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی عدم موجودگی کی وجہ سے ان چاروں اضلاع کے یہی امیر تھے۔ ان کے دادا منشی عبدالرحیم صاحب شرما ہندو سے مسلمان ہوئے تھے اور بہت ہی اخلاص رکھتے تھے۔ یہ انہی کا اخلاص ہے جو آج ان کے پوتوں کی شہادت کی صورت میں بول رہا ہے۔

تفصیل اس واقعہ کی یہ ہے کہ 12 / دسمبر 1997ء کو محترم مظفر احمد صاحب شام پونے آٹھ بجے اپنی بھابھی محترمہ غزالہ بیگم صاحبہ بیوہ مبارک احمد مرحوم اور ان کی بچیوں کو گاڑی پر سوار کرنے کے لئے ریلوے سٹیشن لے جا رہے تھے۔ یہاں لفظ مرحوم لکھنا درست نہیں ہے کیونکہ ان کے بڑے بھائی مبارک بھی شہید ہوئے تھے (اور اسی مقام پر آپ نے شہادت کا اعزاز پایا تھا جہاں ان کو گولیاں مار کے شہید کیا گیا، عین وہی مقام تھا) مبارک احمد کو میں اس لئے شہید کہہ رہا ہوں کہ اگرچہ دو سال ان زخموں کے بعد زندہ رہے جو کلہاڑیوں سے بڑے گہرے زخم لگائے گئے تھے جسم کے مختلف حصوں پر اور سر پر لیکن یہ وہی زخم تھے جن کے نتیجے میں آخر ان کی وفات ہوئی ہے۔ پس جو تسلسل قائم ہوا ان زخموں کا جو دین کی دشمنی میں لگائے جائیں اور اسی بیماری کی حالت میں کوئی کچھ دیر بعد فوت ہو اس کو مرحوم کہنے کی بجائے شہید لکھنا چاہئے اور مجھے ذرّہ بھی شک نہیں کہ ان کے بڑے بھائی بھی شہید تھے

اور جس طرح ان کی بیماری کی اطلاعیں مل رہی تھیں لازماً وہی زخم تھے جن کا دکھ کچھ دیر اور برداشت کرنا ان کے لئے مقدر تھا۔ پس شہادت بھی تھی اور شہادت کے ساتھ شہادت کی جو جسمانی تکلیفیں ہوا کرتی ہیں وہ ممتد ہو گئی تھیں۔

چنانچہ مظفر احمد صاحب اپنی بھابھی یعنی ان کی بیوہ محترمہ غزالہ بیگم صاحبہ کو گاڑی پر سوار کرانے کے لئے ساتھ لے جارہے تھے۔ ٹانگے پر وہ سوار تھیں اور مظفر احمد صاحب شہید موٹر سائیکل پر پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ سول ہسپتال کے قریب پٹرول پمپ کے سامنے پیچھے سے ایک موٹر سائیکل آیا۔ تانگہ پر جوان کے بھائی کی بچی بیٹھی ہوئی تھی اس نے اس کو اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے دیکھا اور اس کے فوراً بعد فائرنگ کی آواز آئی اور مظفر احمد شہید اسی وقت زمین پر گر گئے۔ بھابھی نے مظفر احمد کو اٹھایا۔ ابھی وہ زندہ تھے اور جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ شہادت ہی تھی خواہ کچھ دیر بعد ہسپتال میں وفات ہو یا دو سال لٹکنے کے بعد وفات ہو یہ شہادت ہی ہے اس میں کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ ہسپتال لے جایا گیا اور ہسپتال میں زخموں کی تاب نہ لا کر آپ نے جان جان آفریں کے سپرد کی۔

محترم مظفر احمد شرما کی عمر جب یہ شہید ہوئے ہیں بیالیس سال تھی۔ نہایت مخلص اور فدائی، پیشے کے لحاظ سے وکیل تھے لیکن کبھی عملاً وکالت نہیں کی۔ اس کے باوجود ان کا اتنا اثر ورسوخ تھا اور اتنا ان کی نیکیوں کا سارے شہر میں چرچا تھا کہ بڑے بڑے دانشور بھی آپ کے ساتھ بہت محبت رکھتے تھے اور ان کو شکار پور پریس کلب کے جنرل سیکرٹری کے طور پر انہوں نے منتخب کیا ہوا تھا۔ باوجود اس کے کہ احمدیت کے خلاف وہاں بہت تعصب پھیلایا جاتا ہے ان کے ساتھ ذاتی تعلق کا یہ ثبوت ہے کہ ان کو باقاعدہ غیروں نے مشترکہ طور پر اپنے پریس کلب کے جنرل سیکرٹری کے طور پر چنا ہوا تھا۔ ایک موقع پر، ایک تقریب پر ان کے اثر کو یہ بات بھی ظاہر کرتی ہے کہ چار ضلعوں کے ڈپٹی کمشنر ان کے بلاوے پر اس تقریب میں شامل ہوئے۔

1975ء میں بھی اس خاندان نے بہت بڑی مالی قربانیاں پیش کی ہیں۔ شکار پور میں یہ اکیلا احمدی گھرانہ تھا اور اس خاندان نے پوری ثابت قدمی کے ساتھ ہر مصیبت کو برداشت کیا ہے۔ ان کے والد کو میں ذاتی طور پر بڑی دیر سے جانتا ہوں، ان کا کارخانہ تھا جس کے اوپر بہت ہی ظالمانہ حملہ کیا گیا اور سب کچھ برباد کر دیا گیا لیکن ان کے ثبات قدم میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ میں نے ان کو تسلی

کا خط لکھا۔ انہوں نے مجھے تسلی کا خط لکھا۔ نہایت ہی ذلیل بات حکومت کی طرف سے یہ ہوئی ہے کہ باوجود اس کے کہ ان کو جو دھمکیوں کے خط آتے تھے اور جو چھپتے بھی تھے اخباروں میں اور نام بھی لکھا ہوتا تھا ان مولویوں کا، حکومت نے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی ۔ یہ جمیعت ہے جس کے سربراہ آج کل مولوی فضل الرحمان ہیں اور وہ الفاظ آپ پڑھیں خطوں کے جو خط ان کے نام آیا کرتے تھے اور جو بیان اخباروں میں چھپتے تھے وہ اتنے گندے ہیں کہ ان کو پڑھ کر سنایا بھی نہیں جاسکتا کسی کو۔ نہایت ہی غلیظ زبان، ان کے متعلق اور ان کی بیگم کے متعلق، نہایت ہی کمینی بکواس۔ سپاہ صحابہ کے سربراہ، جو سیکرٹری تھا مولانا علی شیر حیدری اس نے اخباروں میں چھپوائے ہوئے ہیں۔ اب دنیا میں کہیں بھی کوئی شریف حکومت ہے تو ایسا گندہ خط چھپنے کے بعد نوٹس لئے بغیر رہ ہی نہیں سکتی، نام لکھا ہوا ہے بڑی دلیری کے ساتھ، قتل کی دھمکی دی گئی ہے کہ ہم تمہیں ضرور قتل کر دیں گے اور اس بدبخت کی جبڑے نہیں توڑے گئے۔ دنیا کے کسی ملک میں بھی اگر کھلم کھلا اخباروں میں کسی کا نام لے کر قتل کی دھمکی دی جائے ناممکن ہے کہ حکومت کی مشینری فوری طور پر اس کا ردّ عمل نہ دکھائے۔ تو پاکستان میں یہ کچھ ہو رہا ہے مگر ہمیں ان سے توقع نہیں ہے، ان پر انحصار نہیں ہے۔ ہمارا انحصار اسی پر ہے يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ہم اپنی گریہ وزاری صرف اپنے رب کے حضور پیش کریں گے اور ہمیشہ کرتے چلے جائیں گے کیونکہ صبر نے ہمیں یہ تلقین کی ہے خواہ ظاہری طور پر تمہیں اپنی دعاؤں کا نتیجہ دکھائی دے یا نہ دے تم نے مسلسل دعائیں جاری رکھنی ہیں اور ان دعاؤں کا نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا ہے۔

پس اس پہلو سے جہاں ان پسماندگان کے لئے آپ دعائیں کریں اور دعائیں جاری رکھیں وہاں اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کریں کہ ان ظالموں کو جو اس شدید ظلم میں حصہ ڈالے ہوئے ہیں اور بہت ہیں وہ ان کو کیفر کردار تک پہنچائے کیونکہ ان کی گندی اور خبیث زبان کے بعد میں ایک لمحے کے لئے بھی نہیں سوچ سکتا کہ ایسے شخص کے اندر کوئی پاک تبدیلی ہوسکتی ہے۔ مولوی بنا ہوا ہے، ایسی ناپاک باتیں ہیں جن سے اس کے دل کا بغض کھلتا ہے۔ آج کل پاکستان کے مولویوں کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کھانے کے رستے اور مقرر کئے ہیں اور غلاظت نکالنے کے اور لیکن ان کا ایک ہی رستہ ہے۔ جس منہ سے یہ خدا کی باتیں کرتے ہیں، جس منہ سے کلمہ پڑھتے ہیں اسی منہ سے

اتنا گند بکتے ہیں کہ اس کو جسمانی فضلے سے تشبیہ دینا بھی اس گندگی کی پوری وضاحت نہیں کرسکتا۔ جو جسمانی فضلہ ہے وہ کچھ بھی نہیں اس کے مقابل پر جو ان کے منہ سے گند نکلتا ہے اس لئے ان کا ایک ہی رستہ رہ گیا ہے جس رستے سے درود پڑھتے ہیں اسی رستے سے نہایت ہی خبیثانہ بکواس کرتے ہیں۔ پس ان کے درود قبول ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ ان کے رستے گندے ہو گئے ہیں۔

بہر حال اس کی مزید تفصیل میں مَیں نہیں جانا چاہتا مگر جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے یہ اخباروں میں باتیں چھپتی رہی ہیں بہت یہ گندی ہیں مگر ہمیں صبر بہر حال کرنا ہے اور اس صبر کے ساتھ میں ساری جماعت کی طرف سے ان کے پسماندگان سے تعزیت کا اظہار کرتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ وہ انشاء اللہ بفضلہٖ تعالیٰ اپنے صبر پر پورے ثبات قدم کے ساتھ قائم رہیں گے۔ مظفر احمد شہید کی نماز جنازہ غائب جمعہ و عصر کے معاً بعد یہاں ہوگی۔

اب میں نماز کے مضمون پر جانے سے پہلے حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی وفات پر جو مسلسل دنیا سے خطوط آرہے ہیں ان کے متعلق یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ناممکن ہے میرے لئے اور میرے عملے کے لئے کہ ان کا جواب دے سکیں لیکن یہ میں تسلی دلاتا ہوں کہ تمام خطوط پر میں خود نظر ڈالتا ہوں۔ دیکھتا ہوں کس نے لکھا ہے کیا لکھا ہے اس لئے جو ان کے دل کی خواہش ہے وہ تو پوری ہوگئی جب میں نے نظر ڈال لی اور اس وقت جو ان لوگوں کے لئے دل سے دعا اُٹھتی ہے وہ بھی اس خواہش ہی کا ایک حصّہ ہے۔ پس اگر میری طرف سے رسیدگی کا خط بھی نہ جائے تو ہرگز اس ملال میں نہ پڑیں اور اس شبہ میں مبتلا نہ ہوں کہ وہ خط نظر سے گزرا ہی نہیں، ایک ایک خط بلا استثنیٰ جب تک میں دیکھ نہ لوں اس وقت تک میری رات تک کی کارروائی بند نہیں ہوتی یعنی یہ فائل الگ پڑی رہتی ہے جب تک میں دیکھ نہ لوں اس وقت تک میں اپنا دفتر بند نہیں کرتا، اس لئے آپ لوگ مطمئن رہیں۔

اور صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے لئے ضمناً میں نے جو تحقیق اور کی ہے اس پر میں حیران ہوا ہوں ایک بات پر کہ خدا تعالیٰ نے جو غیر معمولی عمر کی خبر دی تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام مردانہ اولاد میں ان کے برابر کسی نے عمر نہیں پائی۔ 'خلاف توقع' کا لفظ حیرت انگیز طور پر پورا ہو رہا ہے۔ اس ''خلاف توقع'' لفظ نے ہی مجھے اس تحقیق پر مجبور کیا۔ میں پہلے سمجھتا تھا حضرت بھائی جان مرزا عزیز احمد صاحب کی عمر ان سے زیادہ لمبی تھی اور بھی کئیوں کی طرف خیال گیا،

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے متعلق خیال گزرا کہ ان کی عمر لمبی تھی۔ ہر ایک کو ان کی پیدائش اور وفات کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ خود بولتے ہیں کہ ہاں ہم اطلاق پا رہے ہیں تو یہ الہام بھی اس طرح بول رہا ہے کہ لازماً آپ کا ذکر تھا کیونکہ خلاف توقع بات کی جارہی تھی اور خلاف توقع ایک ہی شخص کے متعلق پورا ہونا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آپ کے متعلق جو الہامات کا سلسلہ تھا وہ بہت پختہ اور ایسا یقینی تھا کہ کسی شخص کی خیال آرائی کا اس سے کوئی تعلق نہیں وہ لازماً پورا ہوا ہے۔

اب میں نماز کے متعلق جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات ہیں دوبارہ ان کو شروع کرتا ہوں کیونکہ اب رمضان بھی آنے والا ہے اور ہمیں ضرورت ہے کہ ہم اپنی نمازوں کو سنواریں اور یہ ضرورت آج کل کے حالات کی وجہ سے اور بھی زیادہ ہے کیونکہ ہمیں اگر دنیا کے فساد اور شر سے بچانے والی کوئی چیز ہے تو وہ نماز ہی ہے اور اس کے سوا اور کوئی صورت ہم کمزوروں کے بچنے کی نظر نہیں آتی اور اس نماز کو سنواریں جس میں ہماری زندگی بند ہے۔ بعض لوگوں کو کہانیوں میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ گویا ان کی زندگی طوطے میں بند تھی جو ایک پنجرے میں بند تھا۔ اگر واقعۃً ایسی بات ہو سکتی تھی، جو نہیں ہو سکتی، تو یہ کہانیاں ضرور پیغام دے رہی ہیں۔ میرے نزدیک یہ کہانیاں یہی پیغام دے رہی ہیں کہ مومنوں کی زندگی بھی ایک خاص چیز سے وابستہ ہے اگر وہ اس کو زندہ رکھیں گے تو وہ بھی زندہ رہیں گے۔ پس دنیا کی کہانیوں میں تو طوطا ہے جس میں کسی کی جان بند تھی ہمارا طوطا ہماری نماز ہے۔ جب نماز مرگئی تو سب کچھ مر گیا، جب نماز زندہ رہی تو ہر مومن زندہ رہے گا کیونکہ نماز ہی سے زندگی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

> ”روح اور جسم کا باہم خدا تعالیٰ نے ایک تعلق رکھا ہوا ہے اور جسم کا اثر روح پر پڑتا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص تکلف سے رونا چاہے تو آخر اس کو رونا آ ہی جائے گا اور ایسا ہی جو تکلف سے ہنسنا چاہے اسے ہنسی آ ہی جاتی ہے۔“

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی دنیا میں انکار نہیں کر سکتا۔ زور لگا کے اگر آپ رونے کی کیفیت طاری کریں گے تو رونا آ ہی جائے گا، زور لگا کر ہنسی کی کیفیت طاری کریں تو ہنسی آ ہی جاتی

ہے۔تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لوگوں کو مخاطب ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں رونا نہیں آتا نماز میں۔آپ نے فرمایا تکلف کرو، کوشش کرو اور یہ تکلف جائز ہے، یہ بناوٹ نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کو یاد کرنے کے لئے جو روح کی کیفیت ہے اس رونے میں مضمر ہے جو خدا کی یاد کے ساتھ آنا چاہئے۔اگر وہ نہیں ہے تو یہاں تکلف ناجائز نہیں اور چونکہ اس تکلف کا اپنی ذات سے تعلق ہے، لوگوں کے سامنے منہ بنانے سے تعلق نہیں ہے اس لئے اسے ہرگز منافقت قرار نہیں دیا جاسکتا۔فرماتے ہیں:

”اسی طرح پر نماز کی جس قدر حالتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں مثلاً کھڑا ہونا، رکوع کرنا، اس کے ساتھ روح پر بھی اثر پڑتا ہے۔“

یہ مضمون بیان فرمانے کے بعد پھر حضور فرماتے ہیں:

”جب انسان نیاز مندی کے انتہائی مقام پر پہنچتا ہے تو اس وقت وہ سجدہ ہی کرنا چاہتا ہے۔جانوروں تک میں بھی یہ حالت مشاہدہ کی جاتی ہے۔ کتّے بھی جب اپنے مالک سے محبت کرتے ہیں تو آکر اس کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیتے ہیں۔“

اب یہ مثال دیکھیں کتنی سچی مثال ہے۔کتے بھی جب اپنے مالک سے محبت کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو اپنا سر اس کے پاؤں پر رکھ دیتے ہیں۔میں نے بھی بچپن میں شکار کے شوق میں کتے پالے ہوئے تھے یا گھر کی حفاظت کے لئے اور اسی لئے آخر ان کو رخصت کرنا پڑا کیونکہ مجھے اس سے بڑی گھبراہٹ ہوتی تھی کہ وہ اپنی محبت کا اظہار میرے پاؤں چاٹ کر کیا کرتے تھے اور کتوں کے چاٹنے سے جو انسان میں، مومنوں میں ایک طبعی کراہت ہے اس کی وجہ سے آخر مجھے ان کو رخصت کرنا پڑا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بات کے ساتھ مجھے وہ واقعہ یاد آ گیا کہ بچپن میں میں نے خود دیکھا ہوا ہے جب مالک گھر میں داخل ہوتا ہے تو جب آپ کتوں سے پیار کرتے ہیں، ان کی روٹی کا خیال رکھتے ہیں، ان کی آسائش کا خیال رکھتے ہیں تو وہ دوڑ کر آ کر پاؤں چاٹنے لگتے ہیں اور ایک قسم کا سجدہ کر دیتے ہیں مالک کو۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”کتے بھی جب اپنے مالک سے محبت کرتے ہیں تو آکر اس کے

پاؤں پر اپنا سر رکھ دیتے ہیں اور اپنی محبت کے تعلق کا اظہار سجدے کی صورت میں کرتے ہیں۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جسم کو روح کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ ایسا ہی روح کی حالتوں کا اثر جسم پر نمودار ہو جاتا ہے۔ جب روح غمناک ہو تو جسم پر بھی تو اس کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ: 696 تا 697)

اس کے نتیجے میں بہت سی جسمانی بیماریاں لگ جاتی ہیں اور ہومیو پیتھی کا آج کل جماعت میں چرچا ہے سب ہومیو پیتھ جانتے ہیں اس اثر کو کہ اگر صدمے کے نتیجے میں فوری طور پر صدمے کا ازالہ نہ کیا جائے تو گہری تا زندگی چمٹ رہنے والی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس حقیقت کو بھی سمجھتے تھے اور باوجود اس کے کہ ہومیو پیتھی سے کوئی تعلق نہیں تھا یہ ایک بنیادی حقیقت ہے کہ روح پہ صدمے کے اثر سے لازماً جسمانی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سوال کا جواب دیتے ہیں:

''کبھی نماز میں لذت آتی ہے اور کبھی وہ لذت جاتی رہتی ہے اس کا کیا علاج ہے۔''

اس ضمن میں ایک بات تو میں یہ بتا دوں اور یہ ایک تنبیہ ہے کہ جس طرح لوگوں نے ہر طرف سے نماز کے خطبات کے نتیجے میں اپنی نمازوں کی طرف توجہ شروع کی ہے مجھے بعضوں کے متعلق خدشہ ہے کہ وہ ضرورت سے زیادہ نہ کر دیں اس کا دماغ پر اثر ہو سکتا ہے۔ بہت سے ایسے کمزور انسان ہوتے ہیں جو جلدی میں روحانی مراتب چاہتے ہیں اور کچھ دیر کے بعد ان کے دماغ کو یہ کوفت اتنی چڑھ جاتی ہے کہ خیالی مراتب کے تصور میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ وہ مذہبی جنونی بن جاتے ہیں۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کی اس نصیحت کو کبھی نہ بھولیں کو جو نیکی کا سفر ہے اس میں آہستگی رکھیں، آرام سے سفر کریں۔ کبھی قیلولہ بھی کر لیا کریں اور کبھی جب موسم خوشگوار ہو، جب خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسی ہوائیں چلیں کہ جب اس کی عبادت کی طرف خود بخود توجہ پیدا ہوتی ہے اس وقت زیادہ زور سے قدم ماریں۔ یہ طریق ہے جس پر چل کر انشاء اللہ کبھی کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور اسی عنوان سے میری توجہ اس طرف گئی ہے کہ بعض دفعہ ویسے کبھی لذت آتی ہے کبھی چلی جاتی ہے اور یہ منافقت کی علامت نہیں ہے۔ انسانی فطرت ایک زور مارتی ہے پھر کچھ تھک کر آرام کرتی ہے یعنی وہ لوگ جن

کے جسم ہمیشہ نماز میں لذت نہیں پاتے ان کا تھکنا لازمی امر ہے اور یہ کسی بدی کی علامت نہیں ہے۔ یہ سالک جو ابتداء میں سفر کرتا ہے اس کو اسی طرح تجربہ ہوا کرتا ہے کہ دوام کے طور پر اپنی نماز کی حالت کو ایک جیسا نہیں رکھ سکتا۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

''ہمت نہیں ہارنی چاہئے بلکہ اس لذت کے کھوئے جانے کو محسوس کرنے اور پھر اس کو حاصل کرنے کی سعی کرنی چاہئے۔''

فرمایا آپ کے ہاتھ سے کچھ کھویا گیا اگر آپ احساس رکھیں گے کہ کچھ کھویا گیا ہے تو یہ احساس بہت اہم ہے اور فکر میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے کہ کچھ کھویا گیا ہے۔ فکر میں مبتلا ہونے کی ضرورت تو ہے مگر اگر فکر میں مبتلا ہوتے ہیں تو وہ جو کھویا گیا تھا وہ پھر حاصل ہوگا، یہ مطلب ہے۔ فرماتے ہیں:

''جیسے چور آوے اور وہ مال اڑا کر لے جاوے تو اس کا افسوس ہوتا ہے۔ (اگر نماز میں لذت جاتی رہے تو افسوس ضرور کرنا چاہئے جیسے مال کے کھوئے جانے کا افسوس ہوتا ہے) اور پھر انسان کوشش کرتا ہے کہ آئندہ اس خطرے سے محفوظ رہے۔''

جب دنیاوی مال چور اڑا کر لے جائے تو جو دکھ ہوتا ہے اس کے نتیجے میں بعض دفعہ الارم لگائے جاتے ہیں کھڑکیوں، دروازوں کو مضبوط کیا جاتا ہے تو حضور فرما رہے ہیں اس کا نتیجہ نکلنا چاہئے کہ تم اپنی نماز کی حفاظت میں مزید سامان کرو۔

''اس لئے معمول سے زیادہ ہوشیاری اور مستعدی سے کام لیتا ہے اسی طرح پر جو خبیث نماز کے ذوق اور انس کو لے گیا ہے اس سے کس قدر ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔''

جو خبیث لے گیا ہے، مراد ہے شیطان۔ جسمانی ڈاکہ مارنے والے بھی گندے لوگ ہوا کرتے ہیں مگر شیطان کو خبیث کہا گیا ہے اور فرمایا:

''جو خبیث نماز کے ذوق اور انس کو لے گیا ہے۔'' (اس نے گویا ڈاکہ مار دیا ہے اور وہ تمہاری نماز کی لذتوں کو لے اڑا ہے)۔''

اس سے کس قدر ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے؟ اور کیوں نہ اس پر افسوس کیا جائے۔ جسمانی نقصان پر جس طرح آپ افسوس کرتے ہیں اگر روحانی نقصان پر اس طرح افسوس کریں تو اللہ تعالیٰ پھر وہ تقویت عطا کرتا ہے جس کے نتیجے میں آپ اپنی نمازوں کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''انسان جب یہ حالت دیکھے کہ اس کا اُنس، ذوق جاتا رہا ہے تو وہ بے فکر اور بے غم نہ ہو۔ نماز میں بے ذوقی کا پیدا ہونا ایک سارق کی چوری اور روحانی بیماری ہے۔ (ایک چور نے آپ کی چیزیں اڑا لی ہیں۔) جیسے ایک مریض کے منہ کا ذائقہ بدل جاتا ہے تو وہ فی الفور علاج کی فکر کرتا ہے۔ اسی طرح پر جس کا روحانی مذاق بگڑ جاوے اس کو بہت جلد اصلاح کی فکر کرنی لازم ہے۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ: 309، 310)

اب یہاں پہنچ کر جو پہلی مثال تھی اس کو چھوڑ دیا ہے اور عرف عام میں ایک ایسی بات کی ہے جو ہر ایک کی سمجھ میں واضح طور پر آ سکتی ہے۔ وہ خبیث کی چوری کا جو ذکر ہے وہ ایک ایسا مفہوم ہے جو شاید آپ کا تصور اس کو پکڑ نہ سکے لیکن یہ بات آپ کو معلوم ہے۔ فرماتے ہیں بسا اوقات اچھا کھانا تو نصیب ہوتا ہے مگر اس کھانے کا ذوق جاتا رہتا ہے اور یہ ذوق کا جانا بیماری کے نتیجے میں ہوا کرتا ہے۔ اچھے سے اچھا کھانا آپ کے سامنے پیش ہوا اگر آپ بیمار ہوں گے اور ذوق نہیں ہوگا تو کھانے کا کوئی مزہ نہیں آئے گا۔ پس یہ کھانے کا تو قصور نہیں ہے یہ تو کھانے والے کا قصور ہے۔ اس کی زبان کا قصور ہے جو اسے چکھ رہی ہے اور مزہ نہیں حاصل کر رہی۔ پس اس پہلو سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو نماز کا تجزیہ فرمایا ہے اس کو پیش نظر رکھیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

''حقیقی نماز''۔ ''یاد رکھو! یہ نماز ایسی چیز ہے کہ اس سے دنیا بھی سنور جاتی ہے اور دین بھی''۔

بہت سے لوگ ہیں جن کو سر دست دنیا تو عزیز ہے نماز اتنی عزیز نہیں۔ اگر یہ بات اپنے پلے باندھ لیں کہ نماز دین کے لئے نہیں دنیا کے لئے بھی ضروری ہے تو یہ بات ایسی ہے جس کو ہر مومن کو یاد رکھنا چاہئے کیونکہ دنیا کی ضرورتیں تو لاحق ہیں ہی اس کو، ان کے لئے دیکھو کیا کیا تدبیریں

کرتا ہے، کیا کیا کوششیں بجالاتا ہے۔ فرمایا:

''نماز تو وہ چیز ہے جس کے پڑھنے سے ہر ایک طرح کی بدعملی اور بے حیائی سے بچایا جاتا ہے مگر جیسے کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں اس طرح کی نماز پڑھنی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتی اور یہ طریق خدا کی مدد اور استعانت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔''

اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ یہ وہی مضمون ہے جو اس آیت سے تعلق رکھتا ہے جس کی میں نے تلاوت کی تھی۔ فرماتے ہیں:

''خدا کی مدد اور استعانت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔''

پس نماز میں صبر کے ساتھ جو استعانت کی تلقین ہے اس کا مرجع بھی نماز ہی ہے۔ یعنی خدا سے صبر کے ساتھ اور استقامت کے ساتھ مدد مانگو مگر اول مدد یہ ہو کہ اللہ تمہیں نماز نصیب کرے۔ اگر اس طرح آپ دعائیں کریں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اور جب تک انسان دعاؤں میں نہ لگا رہے اس طرح کا خشوع و خضوع پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس لئے چاہئے کہ تمہارا دن اور تمہاری رات غرض کوئی گھڑی دعاؤں سے خالی نہ ہو۔'' (ملفوظات جلد پنجم صفحہ:403)

جن لوگوں کے لئے نماز میں لمبا عرصہ کوشش ممکن نہیں یعنی ابھی ان کو اس کا سلیقہ نہیں آیا، ابھی اس کا بوجھ محسوس ہوتا ہے ان کا یہ علاج ہے۔ عام دن کی گھڑیوں میں جب وہ باقاعدہ نظم وضبط میں باندھے ہوئے نہیں ہوتے وہ آزاد ہوتے ہیں سوچنے میں، چلنے پھرنے میں، ہر چیز میں فرمایا اس وقت بھی دعائیں کرو۔ جب بھی خیال آئے دعا کرو کہ اللہ جس طرح ہمیں اس ظاہری آزادی میں مزہ آرہا ہے اس پابندی میں بھی مزہ آجائے جو تیری خاطر برداشت کرتے ہیں اور یہ آزادی پابندی دکھائی دے اور پابندی جس میں ہم تیرے حضور حاضر ہوں وہ آزادی دکھائی دے۔ یہ دعا ہے جس کو اگر آپ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نصیحت فرمائی ہے مانگیں گے تو اَلدُّنْيَا سِجْنٌ لِلْمُؤْمِنِ وَ جَنَّةٌ لِّلْكَافِرِ (صحیح مسلم کتاب الزھد والرقائق:14058) کے معنی آپ کو سمجھ آجائیں گے۔ اصل یعنی حقیقی معنی کہ مومن خود بھاگ بھاگ کر قید خانے میں دوڑتا ہے جس کو کافر قید خانہ دیکھ

رہا ہے اور جس کو وہ جنت پاتا ہے اس سے گھبرا گھبرا کر وہ اپنے قید خانے کی طرف چلا جاتا ہے کیونکہ اس کی جنت وہاں ہوتی ہے۔ پس یہ بظاہر ایک متضاد بات ہے مگر وہ حدیث جس کا میں نے ذکر کیا ہے اس میں حقیقت میں یہی مضمون ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ تم بھی جنت میں چلے جاؤ۔ **الدّنیا سِجنٌ لِلمؤمِن** میں یہ نصیحت ہے کہ وہ سجن تو ہے مگر مومن کے لئے وہی ہے۔ مومن خود چاہتا ہے اس پر کوئی جبر نہیں ہے وہ سجن اس سے چھوڑا نہیں جاتا۔ بھاگ بھاگ کر قید خانوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ پس آج کے ایام میں جو رمضان کے قریب ہیں اس پر یہ حدیث اور بھی زیادہ شدت کے ساتھ اطلاق پائے گی کہ رمضان مبارک کی قید جو بظاہر قید ہے اس میں آپ باہر نکل کر دیکھیں گے تو دنیا طرح طرح کے عیش و عشرت میں مبتلا ہوگی اور پارکوں میں گند ہوگا، گلیوں میں گند ہوگا جہاں سے آپ گزریں گے نظر اٹھانا مشکل ہوگی اور آپ نے خدا کی خاطر ایک قید قبول کی ہوگی۔ یہی قید ہے جو دراصل جنت ہے اور وہ جنت جو انہوں نے بنائی ہوئی ہے وہ جہنم ہے۔ اس بات کو ہمیشہ مدنظر رکھیں تو آپ کا رمضان نسبتاً زیادہ آسانی اور سہولت سے گزرے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اب نہایت ہی پیارے الفاظ میں تقویٰ کی تلقین کرتے ہیں کیونکہ تقویٰ ہی نماز کی جان ہے اور تقویٰ نماز کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا ہے اور ایسا گہرا تعلق ہے کہ نماز تقویٰ میں جان ڈالتی ہے، تقویٰ نماز میں جان ڈالتا ہے۔ فرمایا:

”کل یعنی 22/جون 1899ء بہت دفعہ خدا کی طرف سے الہام ہوا کہ تم لوگ متقی بن جاؤ اور تقویٰ کی باریک راہوں پر چلو تو خدا تمہارے ساتھ ہوگا۔“

22/جون 1899ء بار بار یہ الہام ہوا ہے۔ اب تھوڑا عرصہ رہ گیا ہے اس صدی کے گزرنے میں اور اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہام بار بار ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اگلی صدی کا گیٹ ہونا چاہئے۔ دنیا میں بھی بہت گیٹ سجائے جائیں گے جن سے گزر کر وہ اگلی صدی میں داخل ہو رہے ہوں گے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ گیٹ عطا کیا گیا ہے جو تقویٰ کا گیٹ ہے اور جون 1899ء کا الہام ہے۔ پس بلاشبہ ہمارے لئے بھی آج یہی الہام ہے جو ہمارے حالات پر چسپاں ہو رہا ہے اور اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے ہمیں اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ فرماتے ہیں! تم لوگ متقی بن جاؤ یہ الہام ہوا ہے بار بار:

''اور تقویٰ کی باریک راہوں پر چلو تو خدا تمہارے ساتھ ہوگا۔''

(ملفوظات جلد اصفحہ:200)

اگر اگلی صدی سے پہلے ہم عزم صمیم لے کر اس الہام کے سہارے سے داخل ہوں اور اس یقین سے داخل ہوں کہ خدا ہمارے ساتھ ہے تو ساری صدی ہماری، ساری دنیا ہماری ہے جو خدا کی صدی ہے اور خدا کی دنیا ہے وہ انہی کی ہوگی جن کے ساتھ خدا ہے۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اس سے میرے دل میں بڑا درد پیدا ہوتا ہے۔''

اس الہام کے ساتھ بڑا دل میں درد پیدا ہوتا ہے:

''کہ میں کیا کروں کہ ہماری جماعت سچا تقویٰ اور طہارت اختیار کر لے۔''

یہ کیفیت تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کی آپ لوگوں کے لئے جو اس وقت اگلی صدی کے سر پر کھڑے ہیں۔ جو کیفیت اس وقت جماعت کے متعلق آپ کی تھی یہ اب بھی وہی کیفیت ہے اور ابھی بھی اس الہام کے تابع ہمیں مسیح موعود علیہ السلام کے دردناک دل کی دعائیں پہنچ رہی ہیں۔ پھر فرمایا:

''میں اتنی دعا کرتا ہوں کہ دعا کرتے کرتے ضعف کا غلبہ ہو جاتا ہے
اور بعض اوقات غشی اور ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔''

تقویٰ کمانا آسان نہیں ہے، جن کو خدا نے امام بنایا تھا، آپ کے دل کی یہ کیفیت ہے۔ حقیقت میں اب جو میں یہ نظارے دیکھ رہا ہوں کہ جماعت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑی کثرت سے تقویٰ کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے تو میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ایک ذرہ بھی میرے دل میں یہ وہم نہیں کہ یہ کچھ میری وجہ سے ہے۔ بلاشبہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے۔ ہر صدی آپ کی ہے اور ہر صدی کے سر پر کھڑے ہو کر آپ بول رہے ہیں اور آپ کی زبان کی طاقت ہے جو خدا سے طاقت پاتی ہے پھر اگلی صدی متبرک ہو جاتی ہے اور اس میں نیکی کی لہریں دوڑنے لگتی ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں آپ ہی کی دعاؤں کے ساتھ میں آپ کو وہ عبارت پڑھ کر سناتا ہوں کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ فرمایا:

''جب تک کوئی جماعت خدا تعالیٰ کی نگاہ میں متقی نہ بن جائے خدا تعالیٰ کی نصرت اس کے شامل حال نہیں ہو سکتی۔''

اب یہ جو عبارت میں پڑھ کر سنا رہا ہوں یہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے ایک خط میں سے لی گئی ہے جو 23 / جون 1899ء کو آپ نے لکھا اور الحکم میں شائع ہوا۔ آپ اسی مجلس میں موجود تھے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس رات کے الہام کا ذکر کیا۔ چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحب کی یہ تحریر ہے۔ جو الفاظ ہیں جس قدر ان کو یاد تھے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے الفاظ ہیں۔ فرمایا جو آیا ہے یہاں اس سے میں کہہ رہا ہوں۔ یہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے الفاظ ہیں۔ فرمایا:

''جب تک کوئی جماعت خدا تعالیٰ کی نگاہ میں متقی نہ بن جائے خدا تعالیٰ کی نصرت اس کے شامل حال نہیں ہو سکتی۔

فرمایا: تقویٰ خلاصہ ہے تمام صحف مقدسہ اور توریت اور انجیل کی تعلیمات کا۔'' (ملفوظات جلد ا صفحہ: 303)

اب اس میں تقویٰ کو اسلام سے خاص نہیں فرمایا گیا۔ فرمایا تقویٰ تو ہر مذہب کی جان ہے۔ یہ خیال نہ کرو کہ صرف اسلام ہی تقویٰ کی بات کرتا ہے۔ تمام مذاہب کی روح اور تمام مذاہب کی جان تقویٰ میں تھی۔

'' تقویٰ خلاصہ ہے تمام صحف مقدسہ اور توریت اور انجیل کی تعلیمات کا۔ قرآن کریم نے ایک ہی لفظ میں خدا تعالیٰ کی عظیم الشان مرضی اور پوری رضا کا اظہار کر دیا ہے۔ فرمایا ''میں اس فکر میں بھی ہوں''۔ (اب یہ غور سے سننے والی بات ہے۔) میں اس فکر میں بھی ہوں کہ اپنی جماعت میں سے سچے متقیوں، دین کو دنیا پر مقدم کرنے والوں اور منقطعین الی اللہ، (یعنی وہ لوگ جو اللہ کی خاطر دنیا کو تج دیتے ہیں اور خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں) کو الگ کر دوں اور بعض دینی کام انہیں سپرد کروں اور پھر میں دنیا کے ہم و غم میں مبتلا رہنے والوں اور رات دن مردار دنیا ہی کی طلب میں جان کھپانے والوں کی کچھ

بھی پرواہ نہ کروں۔'' (ملفوظات جلد 1، صفحہ: 200)

امر واقعہ یہ ہے کہ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ خواہش بڑی شان سے پوری ہورہی ہے اور کثرت سے وہ ہیں جو دنیا کمانے والے، دنیا میں جان کھپانے والے تھے مگر اب نہیں رہے اور آپ کے دل کی بے قراری کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح قبولیت بخشی ہے کہ ان کو الگ کر کے باقیوں کو پیچھے چھوڑنے کی ضرورت نہیں رہی اب۔ مسلسل ان لوگوں میں سے وہ نکل رہے ہیں، ایسے لوگ نکل رہے ہیں جو خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہمہ تن خدمت دین میں مصروف ہیں اور زیادہ سے زیادہ مصروف ہوتے چلے جارہے ہیں۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب لکھتے ہیں:

''رات کسی درد سے حضرت امام فرماتے ہیں آہ اب تو خدا کے سوا کوئی ہمارا نہیں رہا۔''

یہ تقویٰ کے الہامات کا نتیجہ تھا جو رات کو ہو رہے تھے۔ کتنی گہری نظر ڈالی ہے۔ یہ خیال نہیں کیا کہ تقویٰ کی تعلیم ہے تقویٰ پہ انشاء اللہ ہم عمل کریں گے۔ یہ محسوس ہوا ہے کہ تقویٰ کے بغیر ہماری زندگی کا کوئی بھی سہارا اب نہیں رہا اور تقویٰ کی طرف توجہ اس لئے دی جارہی ہے کہ اگر نہ دی تو کچھ بھی نہیں رہے گا۔ یہ غم تھا جو آپ کی جان کو لگ گیا۔

آہ اب تو خدا کے سوا کوئی ہمارا نہیں رہا۔ اپنے پرائے سب ہی اس پر تلے ہوئے ہیں کہ ہمیں ذلیل کر دیں۔ رات دن ہماری نسبت مصائب اور گردشوں کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ اب اگر خدا تعالیٰ ہماری مدد نہ کرے تو ہمارا ٹھکانہ کہاں۔ (ملفوظات جلد 1، صفحہ: 200، 201)

یہی کیفیت بعینہٖ اس وقت پوری ہورہی ہے۔ صرف پاکستان کا ذکر نہیں ہے دنیا میں ہر جگہ جہاں بھی جماعت ترقی کر رہی ہے رات دن لوگ اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور منصوبے بنا رہے ہیں اور طرح طرح کی جھوٹی باتیں جماعت کے اندر مشہور کر رہے ہیں کہ جس کے نتیجے میں ان ملکوں کی زمینیں ان پر تنگ ہو جائیں، جس کے نتیجے میں ان کے دوست دشمن ہو جائیں۔ یہ وہ کیفیت ہے جس سے بچنے کے لئے تقویٰ کی ضرورت ہے۔ پس آپ فرماتے ہیں:

’’اب اگر خدا تعالیٰ ہماری مدد نہ کرے تو ہمارا ٹھکانہ کہاں۔‘‘

پس میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ دنیاوی کوششوں کو بجالانے کی طرف محض اس حد تک توجہ کریں کہ امتثال امر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ امر فرمایا ہے کہ دنیا کی کوششیں بھی تم نے ضرور کرنی ہیں۔ محض اس خیال سے جس حد تک ممکن ہوتا ہے ہم کوشش کرتے ہیں۔ ہر تدبیر کو بروئے کار لاتے ہیں لیکن کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی ان تدبیروں پر توکل نہیں ہوتا کیونکہ ان تدبیروں میں جان خدا نے ڈالنی ہے اور اگر غور سے دیکھیں تو وہ تدبیریں وہی ہیں جو آسمان سے اترتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی دل میں ڈالتا ہے۔

پس تدبیروں پر انحصار نہیں۔ تدبیروں پر عمل اس لئے ضروری ہے کہ خدا نے سُجھائی ہیں اور یہ مضمون قرآن کریم میں مختلف صورتوں میں بیان ہوا ہوا ہے کہ اِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ﴿١٦﴾ وَّ اَكِيْدُ كَيْدًا (الطارق: 16، 17) کہ دشمن تدبیریں کرتا ہے خدا قادر مطلق ہے چاہے تو ایک عذر سے ان کی ساری تدبیریں ملیامیٹ کر دے۔ مگر فرمایا اَكِيْدُ كَيْدًا میں بھی تدبیر کرتا ہوں۔ کچھ وہ تدبیر ہے جو آسمان پر از خود حرکت میں آجاتی ہے اور ہمیں دکھائی نہیں دیتی لیکن پوری ہو کر رہتی ہے۔ کچھ وہ تدبیر ہے جو آسمان سے دلوں پر اترتی ہے اور اس کا کچھ ذکر میں نے کل کے ہندوستان کے خطاب میں بھی کیا تھا کہ وہ تدبیریں ہم اس لئے بجالاتے ہیں ان تدبیروں کے احترام کے ساتھ، ان کو چومتے ہوئے کہ وہ اللہ تعالیٰ دل میں ڈالتا ہے اور اَكِيْدُ كَيْدًا کا یہ بھی ایک مضمون ہے کہ دشمن جو تدبیریں کر رہا ہے اس کے مقابل پر میں بھی اپنی جماعت کو یعنی خدا والوں کو تدبیریں سکھاؤں گا اور ان کے دلوں پہ تدبیریں الہام کروں گا اور ان تدبیروں میں برکت ڈالوں گا۔ پس ان تدبیروں کو بجا لانا اس لئے بھی ضروری ہے کہ ایک تو انتصار امر کا معاملہ ہے، ایک یہ کہ اللہ نے اتاری ہیں۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ جماعت ایسی ساری تدبیروں کو بڑی کوشش اور ہمت اور دعا کے ساتھ بروئے کار لائے گی جو میری طرف سے ان کو بھیجی جاتی ہیں اور سب دنیا میں ان تدبیروں کو بھجوانے کا ایک سلسلہ جاری ہے۔ ان کو عزت کے ساتھ قبول کریں ان کو دنیادار نہ سمجھیں۔ جان لیں کہ یہی تدبیریں اللہ نے عطا فرمائی ہیں اور پورے احترام کے ساتھ ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ پس اس نصیحت کے ساتھ میں آج کے اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ انشاء اللہ اس پر پوری طرح عمل کریں گے۔